OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

اسلامی روایات کے تناظر میں یکساں نظام تعلیم کی اہمیت وافادیت

Importance and Benefits of Uniform education system in perspective of Islamic Traditions

Shafique Ahmad Khan
Doctoral Candidate Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur
Dr. Muhammad Saeed Sheikh
Assistant Professor of Quranic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

Abstract

Education plays a pivotal role in the economic and social development of any country. Only a balance Education sytem can develop a healthy society. After 1857, Muslims emerged in India with two parallel but different directions of education system. Dãrul Üloom Deoband and Aligarh education system. This difference divided education into religion (Deen) and the world (Duniya).According to Pakistan's 2017-18 educational statistics, out of 3,05,763 educational institutions in the country, there are 62% government, 28% private, and 10% religious madrassas. These institutions differ from one another in terms of their curriculum, environment, medium of instruction and examination system. As a result of these different types of education systems, young people, having different mind sets and conflicting philosophies of life are emerging in the society. Earliest ending of this class difference in Pakistan is a big challenge. If we look at the glorious past of Islam, there was the knowledge of religion and the world at the same time and no difference among rich and poor for education. We can

systematically achieve a uniform education system by introducing uniform curriculum, medium of instruction, teaching methods, environment and examination methods. The present government has taken the first step in this direction with a "Single National Curriculum" which can be expected to restore some degree of harmony in the society and pave way for the achievement of the rest of the goals.

Key Words: Islam, Uniform, Education, Society

تمہید

کسی بھی ملک کی معاشرتی اور معاشی ترقی میں تعلیم کا بنیادی کردار ہے ۔ اسی وجہ سے علم حاصل کرنا ہمیشہ ہی سے مہذب قوموں کی اولین ترجیح رہی ہے۔انسان کا انسان بننا اور اپنے انتہائی کمال تک پہنچنا تعلیم ہی کا مرہون منت ہے۔ معاشرے کی اکائی فرد ہے اور اس فرد کی پہچان تعلیم ہے۔ہمیں معاشرے میں کیسا انسان چاہیے اس چیز کا تعین ہمارا نظام تعلیم کرتا ہے ایک تعلیم یافتہ متوازن شخصیت ہی صحت مند معاشرے کا ضامن ہوتی ہے۔اگر نظام تعلیم عدم توازن کا شکار ہو تو اس کے اثرات بہت دور تک اور نا قابل تلافی ہو سکتے ہیں ،لہذا ایک مہذب معاشرے کی تشکیل کے لیے مؤثر اور متوازن نظام تعلیم کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس مقالہ میں ہم غور و فکر کریں گے کہ اسلامی تناظر میں یکساں نظام تعلیم اور معاشرے میں ہم آہنگی کس قدر اہمیت کی حامل ہے ۔اسلام صرف مذہب ہی نہیں بلکہ ایک مکمل دین ہے یعنی ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں زندگی گزارنے کے لیے ہر شعبے میں رہنمائی کی گئی ہے قرآن دین اسلام کی ہدایت کا بنیادی ماخذ ہے قرآن کی پہلی وحی میں انسان کو علم حاصل کرنے کا حکم ہوا۔ ﴿اَقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾[1] "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا۔" اس پہلی وحی سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام میں تعلیم کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے ۔ دراصل تعلیم ہی پر نوع انسانی کے ارتقاء کی بنیاد قائم ہے۔اسلامی معاشرے میں تعلیم حاصل کرنے کا مقصد صرف روزگار اور معاش کا حصول نہیں بلکہ یہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ علم حاصل کرے، جیسے ابن ماجہ کی اس حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:"**طلب العلم فریضة على كل مسلم**" علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔[2] اسی طرح جب مسلمانوں کو غزوہ بدر میں پہلی فتح حاصل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کو اہمیت دیتے ہوئے کس قدر منفرد اور مؤثر فیصلہ صادر فرمایا۔" جنگ بدر میں بہت سے کافر قیدی ہوئے۔ ان قیدیوں میں سے جن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مالی فدیہ طلب کرنے کی بجائے یہ فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔"[3]

ملک پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا لیکن اس اسلام کو صحیح معنوں میں نافذ نہ کرنے کی وجہ سے مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور اس چیز کا اثر نظام تعلیم پر بھی ہوا اور بد قسمتی سے ہمارا نظام تعلیم طبقوں میں تقسیم ہو گیا۔"اسلام کی بنیاد پر

معرض وجود میں آنے والی ریاست اور اس کا آئین جس قسم کے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کا تقاضا کرتا ہے بد قسمتی سے آج تک ہم اپنی قوم کو وہ نصاب و نظام دینے سے قاصر ہیں اس لیے جب بھی نصاب میں تبدیلی یا اصلاحات کی بات کی جائے گی تو اس میں ہمیں اپنے دینی تقاضے، معاشرتی ضروریات، علاقائی ماحول اور دیگر تمام عوامل کو پیش نظر رکھنا از حد ضروری ہو گا۔"[4]

طبقاتی نظام تعلیم نے علم کو دین اور دنیا کے خانوں میں بانٹ دیا، یہ تفرقہ انتہائی نامناسب ہے۔ اس وجہ سے معاشرہ قدیم نظام تعلیم اور جدید نظام تعلیم کے مابین اور علمِ دنیا اور علمِ آخرت کے مابین تقسیم ہو کر رہ گیا ہے۔ پاکستان کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ شعبہ تعلیم سے بلواسطہ یا بلاواسطہ منسلک ہے۔ پاکستان کے تعلیمی اعداد و شمار ہمیں بتاتے ہیں کہ:

> "The education system of Pakistan is comprised of 305,763 institutions accommodating 51,186,560 Students and 2,073,433 teachers. The system is composed of 189,748 (62%) public institutions and 116,015 (38%) private institutions, which also include 31,115 Deeni Madaris." [5]

"پاکستان کا نظام تعلیم 3 لاکھ تعلیمی اداروں، 5 کروڑ طلبہ اور 20 لاکھ اساتذہ پر مشتمل ہے اس میں 62 فیصد سرکاری ادارے ہیں اور 38 فیصد پرائیویٹ ادارے ہیں، جبکہ ان پرائیویٹ اداروں میں 31 ہزار مدارس بھی شامل ہیں۔" ملک میں مختلف طرح کے نظام تعلیم کا وجود ہے۔ کہیں سرکاری اسکولز، پرائیویٹ اسکولز اور کہیں دینی مدارس موجود ہیں۔ اگر اس نظام تعلیم کو مزید تفصیل سے دیکھیں تو ان مختلف تعلیمی اداروں میں مزید تقسیم نظر آتی ہے:

> "In Pakistan four distinct systems of education and examinations are being followed i.e. public school system, private school system, Deeni Madaris system and non-formal education system."[6]

"پاکستان میں نظام تعلیم و امتحانات چار مختلف نظاموں پر عمل پیرا ہے، یعنی سرکاری اسکول کا نظام، پرائیویٹ اسکول کا نظام، دینی مدارس کا نظام اور غیر رسمی تعلیم کا نظام"

پاکستان میں نظام تعلیم کا غیر یکساں ہونا ایک بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔ ملک میں مختلف طرح کے تعلیمی اداروں میں معیارِ تعلیم میں تفاوت پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے بچوں کی ذہنی صلاحیتوں میں بھی واضح فرق نظر آتا ہے۔ وزارتِ تعلیم کے مطابق پاکستان کا نظام تعلیم مختلف جہتوں اور سمتوں میں تقسیم در تقسیم ہوتا نظر آرہا ہے:

> "These are further bifurcated into sub types, mainly due to curriculum, quality of textbooks, exam systems used in the schools and the language of instructions used by teachers."[7]

"ان کو مزید ذیلی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے، اس کی بنیادی وجہ نصاب، درسی کتب کا معیار، اسکولوں کے طریقہ امتحانات اور اساتذہ کی ذریعہ تعلیم کی زبان ہے۔"[8]

اگر ہم پاکستان کے نظام تعلیم کا تجزیہ کریں تو ہمیں کئی طرح کے تعلیمی ادارے اور ان کے مختلف نظام تعلیم نظر آئیں گے۔ ان مختلف طرح کے نظام تعلیم کی بنیادی وجہ نصاب، طریقہ امتحانات، تعلیمی ماحول اور ذریعہِ تعلیم یعنی زبان ہے۔ نظام تعلیم میں اس تنوّع پر ماہرین تعلیم کی مختلف آراء پر ہم ایک نظر ڈالتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ پاکستان کے نظام تعلیم میں تنوّع پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی کتاب تعلیمات میں لکھتے ہیں کہ ہمارے ملک میں دو طرح کے نظام تعلیم رائج ہیں ایک وہ جس پر مدارس چل رہے ہیں اور جو ہماری مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دینی علماء تیار کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی شکل میں رائج ہے۔[8] سید ندیم فرحت اپنی کتاب تدریب المعلمین میں پاکستان میں موجود نظام تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے نظام تعلیم کو بنیادی نظریات میں فرق کے باعث تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک سرکاری اور سیکولر تعلیمی ادارے جن کا دین سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے، یہ صرف دنیا کے لئے ہے۔ پھر دینی تعلیمی ادارے جن میں دنیاوی پہلو کو بالعموم نظر انداز کیا گیا ہے اور تیسرا خالص غیر ملکی نظام، جو اولیول اور اے لیول کی شکل میں موجود ہے۔[9]

نظام تعلیم میں تنوّع کی بڑی وجہ طبقاتی تفریق ہے۔ اس نظام سے نکلنے والے افراد معاشرے میں مختلف سوچ، مزاج اور عادات رکھتے ہیں۔ اور اہم بات یہ کہ ان تعلیمی اداروں سے مختلف طبقات منسلک ہو گئے ہیں۔ اگر ہم اس نظام تعلیم کو ایک مختلف زاویہ سے دیکھیں تو یہ تقسیم مقصدِ تعلیم میں فرق کی وجہ سے ہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کا بنیادی مقصد ایک اسلامی ریاست کا قیام تھا، لہذا ہمیں ٹٹولنا ہو گا کہ ہمارا نظام تعلیم نظریہ پاکستان سے کس قدر مطابقت رکھتا ہے۔ کالم نگار وجاہت مسعود یکساں نظام تعلیم کے مفروضہ میں لکھتے ہیں کہ قیام پاکستان کے وقت سے ہی ملک کے متعدد تعلیمی مسائل میں سے ایک اہم ترین مسئلہ غیر یکساں نظام تعلیم کا ہے۔ ملک میں جو گھرانے اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے زیادہ وسائل مختص کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں انہیں کس قانون کے تحت ایسا کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔[10]

بد قسمتی سے ہمارا ملک پاکستان طبقاتی نظام تعلیم کی وجہ سے مشکلات اور الجھنوں کا شکار ہے جبکہ یکساں نظام تعلیم کے لیے مختلف ادوار اور مختلف جہتوں میں کوششیں ہو چکیں ہیں لیکن اب تک بے سود ثابت ہوئیں۔ والدین اپنی بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ ان کے بچے اعلی اور مہنگے اسکول سے تعلیم یافتہ ہو کر معاشرے میں اونچا مقام حاصل کریں۔ یاسر پیرزادہ اپنے کالم "مدارس، گرامر اسکول اور یکساں نظام تعلیم" میں لکھتے ہیں کہ ہم میں سے جو شخص کچھ استطاعت رکھتا ہے تو وہ اپنا بچہ سرکاری اسکول میں نہیں بھیجتا اور اگر کسی کا بچہ سرکاری اسکول میں پڑھتا ہے تو سمجھ لیں کہ حقیقت میں غریب ہے۔[11] پاکستان میں ایک بڑی تعداد دینی مدارس سے مستفید ہو رہی ہے۔ یہ مدارس ملک کی غریب عوام کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں ہیں جہاں بغیر فیس کے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ دینی مدارس اور مساجد ملک کے گلی محلوں میں جگہ جگہ موجود ہیں:

> Currently, there are 31,115 Deeni Madaris working in Pakistan…The total enrolment in the Deeni Madaris is 4.099 million.[12]
>
> "اس وقت پاکستان میں 31،115 مدارس کام کر رہے ہیں۔ ان دینی مدارس میں 40 لاکھ طلباء داخل ہیں۔"

دینی مدارس کا نظام تعلیم نہ صرف اسکول کالجز کے نظام تعلیم سے مختلف ہے بلکہ دینی مدارس کے اپنے پانچ مختلف وفاق ہیں جہاں نصابِ تعلیم اور عقائد میں کسی حد تک فرق موجود ہے۔ دینی مدارس کے یہ پانچ وفاق درج ذیل ہیں۔

1-وفاق المدارس العربیہ　　2-تنظیم المدارس اہل سنت　　3-وفاق المدارس السّلفیہ

4-رابطۃ المدارس الاسلامیہ　　5-وفاق المدارس الشیعہ۔

نظام تعلیم میں یہ تفاوت تقسیم در تقسیم ہوتا نظر آتا ہے۔ سیّد محمد صلاح الدین ایڈیٹر ہفتہ روزہ "تکبیر" کراچی پاکستان کے تعلیمی اداروں کو چھ بڑے گروپوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔ سرکاری تعلیمی ادارے ، مشنری اسکول اور کالجز، مشنری طرز پر قائم پرائیویٹ تعلیمی ادارے، انگریزی ذریعہ تعلیم کے ادارے، کمیونٹی اسکول اور کالجز، دینی مدارس۔[13] سیکولر نظام تعلیم کا مقصد صرف روزگار حاصل کرنا جبکہ دینی مدارس کا مقصد دینی عقائد اور عبادات تک محدود ہے۔ پروفیسر مسلم سجاد کی رائے میں ہمارے تعلیمی نظام سے دو مختلف طرح کی شخصیات تیار ہو رہی ہیں اور یہ دونوں شخصیات معاشرے میں اپنے اثرات کے لحاظ سے مسلسل کشمکش کو برپا کیے ہوئے ہیں۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی مطلوبہ شخصیت نہیں۔ درحقیقت نوجوان نسل کو نہ اسلامی علوم سے قطع تعلق ہونا چاہیے اور نہ ہی جدید علوم سے بے بہرہ ہونا چاہیے۔[14] ہمارے ملک پاکستان میں میں قومی نظام تعلیم نہ ہونے کے باعث کئی طرح کے نظام تعلیم موجود ہیں جو کہ معاشرے کو امرا و غربا، مسالک، زبانوں اور مختلف طرح کے ذہنوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ "چونکہ دونوں کے نصاب اور تعلیم گاہیں جدا جدا ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر نصاب پڑھنے والے دوسرے نصاب سے قطعاً بے گانہ ہیں جو انہوں نے نہیں پڑھا۔ لہٰذا خواندہ (پڑھا لکھا) طبقہ دو حصوں میں منقسم ہو گیا، ایک کا نام "علماء" اور دوسرے کا نام "تعلیم یافتہ" قرار پایا، "مسٹر اور مولانا" "لیڈر اور علماء"، اور "تعلیم یافتہ اور مولوی" ان الفاظ میں کشمکش بڑھتی چلی جا رہی ہے اور ہر ایک دوسرے کے وجود سے بیزار ہے۔"[15]

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

عصر حاضر میں تعلیم کو درپیش مسائل میں سے ایک بنیادی اور حساس مسئلہ غیر یکساں نظام تعلیم کا ہے ۔اس غیر متوازن نظامتعلیم کی وجہ سے معاشرے میں طبقاتی عصبی اور مسلکی انتشار بڑھتا جارہا ہے۔ انسانی وسائل کی اس غیر مساویانہ تقسیم کی وجہ سے عوام الناس کو ترقی کے یکساں مواقع فراہم نہیں ہو پا رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں طبقاتی تفاوت بڑھتا جارہا ہے ۔ اس طبقاتی تفریق کو ختم کرنے کی کئی ایک کوشش کی جا چکی ہیں ۔ اس مسئلہ کی جڑیں 1857ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد دو متوازی اور مختلف سمتوں کے نظام تعلیم سے شروع ہوئیں۔ مسلمانانِ ہند کے لیے ایک طرف دارالعلوم دیوبند کا درسی نظام تعلیم اور دوسری طرف علیگڑھ کا مغربی طرز کا نظام تعلیم اور یوں تعلیم دین اور دنیا کے خانوں میں بٹ گئی۔ 1986ء میں انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد میں یکساں نظام تعلیم سے متعلق ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں ابلاغ عامہ سے تعلق رکھنے والے اہل دانش کو ایک جگہ مل بیٹھنے اور غور و فکر کرنے کا موقع فراہم کیا گیا ۔ اس سیمینار میں پروفیسر متین الرحمان مرتضیٰ، سیّد معروف شاہ شیرازی، سیّد محمد صلاح الدین، پروفیسر رحیم بخش شاہین، پروفیسر نیاز عرفان اور ڈاکٹر اعجاز شفیع گیلانی نے اپنے نظریات پیش کیے ان تمام احباب کے مقالاجات کی خصوصی اشاعت مجلہ تعلیم میں "پاکستان میں یکساں نظام تعلیم" کے نام سے کی گئی اور بطور ایڈیٹر پروفیسر مسلم سجاد اور سلیم منصور خالد نے فرائض سرانجام دیے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنے خطبات میں مسلمانوں کے دینی و عصری نظام تعلیم سے متعلق اپنے خیالات و نظریات کو تفصیل سے بیان کیا۔ ان تمام خطبات کو سیّد عزیز الرحمٰن نے انتہائی خوش اسلوبی سے ایک کتاب "محاضراتِ تعلیم" میں سمو دیا۔ اس کتاب میں "دینی و عصری تعلیم کا امتزاج" اور "اکیسویں صدی میں پاکستان کے تعلیمی تقاضے" جیسے موضوعات زیر بحث لائے گئے۔ 2014ء میں ملک کے علماء اور اہل دانش کی دینی مدارس سے متعلق تحریروں کو ماہنامہ "تعمیر افکار" دسمبر 2014ء کراچی میں "دینی مدارس، روایت، ضرورت اور امتیاز" کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ اس میں "معاصر دینی ادارے اور عصری تقاضے" اور "قدیم و جدید نظام تعلیم میں ہم آہنگی" جیسے اہم موضوعات پر تحریریں شامل ہیں۔ اس اشاعت خاص کی ذمہ داری بطور مدیر اعلیٰ حافظ حقانی میاں قادری صاحب اور بطور مدیر سید عزیز الرحمٰن نے سرانجام دی۔ اس کتاب میں معزز علماء نے دینی مدارس کا کردار، معاشرے میں ان کی اہمیت، افادیت، ضرورت اور اور نظام تعلیم میں ہم آہنگی جیسے موضوعات سے متعلق اپنی آراء اور تجاویز پیش کیں۔ ڈاکٹر محمد امین نے نظام تعلیم سے متعلق چند نظریاتی مباحث کو اپنی تصنیف "ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل" میں یکجا کیا۔ اس تصنیف میں پاکستان میں موجود نظام تعلیم پر بڑی وضاحت کے ساتھ مبحث شامل ہیں۔ اس میں نظام تعلیم کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے اور نظام تعلیم میں ثنویت کے خاتمے کے طریقہ کار جیسے موضوعات پر مؤثر تجاویز اور حل بتائے گئے ہیں۔ فروری 2020 میں وزارت تعلیم نے *IRD & IIUI* کے تعاون سے اسلام آباد میں ایک چار روزہ سیمینار منعقد کیا جس کا موضوع تھا "یکساں قومی نصاب اور ہمارا نظام تعلیم" جس میں ملک کے تعلیم سے متعلق مختلف مکتبہ فکر کے علماء اور محقق حضرات نے شرکت کی اور یکساں نصاب سے متعلق اپنی آراء پیش کیں۔ اس میں دینی مدارس، نجی و سرکاری اسکول اور کالجز کے ماہرین تعلیم نے اپنے افکار و نظریات پیش کیے۔ ملک میں یکساں نصاب کے نفاذ سے متعلق رکاوٹوں کو دور کرنے اور عملی اقدامات کے لیے تجاویز پیش کیں۔

اسی طرح انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز نے یکساں نظام تعلیم پر ایک روزہ ایجوکیشنل ڈائیلاگ فورم-2020 کا انعقاد کیا جس کا عنوان "Uniform Education system: from coneption to implementation" رکھا۔ اس کی صدارت وائس چانسلر ڈاکٹر انیس احمد رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی نے کی۔ اس فورم میں مختلف ماہرینِ تعلیم نے "ایک قومی نصاب" پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور پرائمری تک ذریعہ تعلیم کے لیے قومی زبان اردو پر زور دیا۔ اس کے علاوہ موجودہ وفاقی وزیرِ تعلیم اور وزیر اعظم کا بھی یکساں قومی نصاب (Single National curriculmn) پر توجہ مرکوز ہے وہ بھی اس موضوع پر مختلف فورمز پر اپنے اہداف اور عملی اقدامات سے عوام کو آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ یکساں نظام تعلیم کے حصول کے لیے کوششوں کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ اس کے عملی نفاذ کے لیے حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے منصوبہ سازی کی جارہی ہے۔ ہم ان تمام کوششوں کا تجزیہ کرکے یکساں نظام تعلیم کے لیے بہترین لائحہ عمل بنانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

اسلامی دور میں یکساں نظام تعلیم

دین اسلام میں تعلیم وتربیت کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے مسجد نبویؐ کی تعمیر کی گئی اور مسجد کے اندر ایک حصہ مخصوص کیا گیا جس کا نام "صفّہ" رکھا گیا تھا۔ ریاست کو چلانے کے لئے زندگی کے ہر شعبے میں رجال کار کی ضرورت تھی اسی لئے "خالص دینی علوم کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے رائج الوقت مفید علوم کے سیکھنے کی نا صرف ترغیب دلائی بلکہ خود اس کا اہتمام فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ نشان بازی، پیراکی، حساب، علمِ

میراث، طب، علمِ الہیت، فلکیات، علمِ انساب اور علمِ تجوید کی تعلیم ضرور دی جائے، نشانہ بازی کے مقابلے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نگرانی میں کرایا کرتے تھے، ہدایت تھی کہ اپنے بچوں کو تیرنا اور نشانہ بازی ضرور سکھاؤ۔"[16] حضور ﷺ نے زبانوں کے سیکھنے کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی۔ جب ضرورت پڑتی تو زبان کو سیکھنے کے لئے کسی مناسب آدمی کو مقرر کر دیتے تھے تاکہ دوسری قوموں سے رابطے کیے جاسکیں۔ "حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ رسالت کے گویا کاتبِ خاص تھے، معاہدات کا لکھنا اور دوسری رازدارانہ خط و کتابت آپ کے سپرد تھی، اپنے شوق سے مدینہ منورہ آنے جانے والے مسافروں سے فارسی اور حبشی زبان سیکھیں، ایک مرحلے پر جب یہ محسوس ہوا کہ عبرانی زبان جاننے والا کوئی قابل اعتماد شخص ہونا چاہیے تو حضور ﷺ نے ان کو عبرانی بھی سیکھنے کا حکم دیا۔"[17]

دین اسلام کی تعلیمات دوسرے مذاہب سے مختلف ہیں اسلام نے ہمیشہ تحقیق اور جستجو کی حوصلہ افزائی کی بلکہ زندگی کے معاملات پر غور و فکر کرنا ہر مسلمان پر فرض قرار دیا اور علم کا منبع اللہ کی ذات کو قرار دیا۔ اگر ہم مسلمانوں کی تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں ہر دور میں ایسے لوگوں کا ذکر ملے گا جن لوگوں نے علم کی بدولت اس دنیا پر حکمرانی کی اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنا نمایاں کردار ادا کیا۔ دور نبویؐ میں علم کو ایک وحدت قرار دیا گیا اور تعلیم کو تعصب اور گروہی تقسیم سے پاک کیا۔ علم حاصل کرنے کے لیے مختلف راہیں کھول دیں۔ تعلیم سے مراد ہر شعبے کا علم تھا اس میں کوئی دینی اور دنیاوی تفریق موجود نہیں تھی۔ اسلام صرف مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل دین ہے، جس میں عقائد اور عبادات کے ساتھ ساتھ زندگی گذارنے کے رہنما اصول بتائے گئے ہیں۔۔ "تمام مروجہ علوم جن میں ادب، فلسفہ، منطق، تاریخ، جغرافیہ، فلکیات، طب، کیمیا، طبیعات اور فن سپاہ گری اور دوسرے علوم شامل تھے۔ اسلامی نظام تعلیم کا حصہ بنے اور خود مسلمانوں نے سینکڑوں نئے علوم کی داغ بیل ڈالی۔ اس نظام تعلیم نے مسلمانوں کو دنیا میں بھی عزت و عظمت، وقار کو وافتخار اور قوت و شوکت عطا کی اور انہیں آخرت میں اپنے رب کے حضور سرخروئی کے قابل بھی بنایا۔"[18] مسلمانوں نے دنیا میں کئی سو سال تک حکمرانی کی اور اس کامیابی کی بنیادی وجہ مسلمانوں کا نظام تعلیم تھا مسلمانوں کی تعلیم کا بنیادی فلسفہ خوفِ خدا تھا۔ چنانچہ اس چیز نے مسلمانوں کی زندگی کے تمام معاملات کو متوازن اور مؤثر رکھا۔ نظام تعلیم میں عوام الناس کے لیے یکساں مواقعوں کی فراہمی کا سلسلہ سب سے پہلے مسلمانوں ہی نے شروع کیا تھا۔ مساجد کے ساتھ مدارس کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔ جہاں درس و تدریس کا سلسلہ بلاامتیاز بغیر کسی معاوضے کے ہوتا تھا۔ گورنمنٹ ایف سی کالج لاہور کے استاد سلیم منصور خالد اسلامی نظام تعلیم کی خصوصیات یوں بیان کرتے ہیں کہ "تعلیم پڑھنے والوں کو طبقوں میں تقسیم نہ کرتی تھی بلکہ ایک خدا کا بندہ اور ایک امت کا فرد بناتی تھی۔ جس طرح مسجد میں بھی سب برابر ہوتے ہیں۔ اسی طرح مدرسہ میں بھی سب برابر ہوتے تھے۔ تعلیم کی یہ مساویانہ، غیر طبقاتی اور جمہوری روایت مسلمانوں کا بہت بڑا کارنامہ تھا جو درحقیقت قرآن و حدیث کی تعلیمات ہی سے اکتساب کا فیضان تھا"[19]۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان پر قبضہ کیا، تو اس وقت ہندوستان میں ایک مؤثر نظام تعلیم رائج تھا، تعلیم عوام کے لئے بالکل مفت تھی اور یہ نظام تعلیم خوفِ خدا اور دینی تصورات پر قائم تھا۔ مدارس کا جال پورے ہندوستان پر پھیلا ہوا تھا اور تعلیم سب کے لیے ایک جیسی تھی۔ اس میں امرا اور غربا میں فرق کا کوئی تصور نہیں تھا اور مدارس میں جو علوم پڑھائے جاتے تھے اس میں دین اور دنیا کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نصاب پڑھایا جاتا تھا۔

"ملا نظام الدین نے اس زمانے میں جتنے مروجہ علوم تھے، جن کا اندازہ 56 کے قریب لگایا جاتا ہے، ان سب کو یکجا کر کے ایک ایسے آٹھ سالہ نظام تعلیم کا خاکہ پیش کیا، جس کو آج کل گریجویشن کی ڈگری کے برابر قرار دے سکتے ہیں۔ مزید تخصص کے لئے بھی راستہ ہو اور علمی اعتبار سے بھی وہ اس کے لئے تیار ہو۔ منطق، فلسفہ، ریاضی، طب، فن تعمیر، جیومیٹری، علم ہندسہ، عربی ادب، فارسی ادب یہ سب اسلامی علوم کی تحصیل کے لیے، اس کے ساتھ ساتھ عربی زبان، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، علم تصوف جیسے خالص دینی علوم یہ ساری کی ساری چیزیں اس میں شامل تھیں۔"[20] درس نظامی میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی شامل تھے اور اس کے بعد لوگ جس شعبہ میں چاہتے اس میں تخصص کر لیا کرتے تھے۔ عصر حاضر میں ایسے تعلیمی ادارے نایاب ہیں جن سے ملک کی دینی، سیاسی، معاشی، اخلاقی اور روحانی ضروریات پوری ہو سکیں۔

موجودہ دور میں یکساں نظام تعلیم کی ضرورت

برصغیر میں مسلمانوں کے دوجداگانہ نظام تعلیم کی وجہ سے معاشرے میں مختلف مزاج اور سوچ کے لوگ پیدا ہو رہے ہیں اس وجہ سے عوام میں بیگانگی کا معاملہ بڑھتا جا رہا ہے اگر اس مسئلے پر جلد از جلد قابو نہ پایا گیا تو یہ معاشرے کے لیے سنگین نتائج کا باعث ہو سکتا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر ضروری ہے کہ پاکستان کے لیے ایک ایسا نظام تعلیم وضع کیا جائے جو ہر مکتبۂ فکر کے لئے قابل قبول ہو اور معاشرے کے دینی اور دنیاوی تقاضوں کو پورا بھی کرتا ہو۔ "پاکستان میں رائج نظام ہائے تعلیم آج بھی اس کشمکش سے دوچار ہیں۔ جس کشمکش کی ابتدا برصغیر میں انیسویں صدی اور بیسویں صدی میں ہوئی تھی۔ اس سے قبل برصغیر پاک وہند میں ایک ہی نظام تعلیم رائج تھا۔ ایک نظام تعلیم کی وجہ سے مختلف افکار کے حامل افراد کو بہت حد تک قریب لایا جا سکتا ہے۔"[21] اگر ہم اپنے دینی مدارس کے نظام تعلیم کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ یہ اسلامی نظام کے ایک چھوٹے سے حصے کی نمائندگی کرتا ہے جبکہ ہمیں اسلامی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی نظام تعلیم سے فارغ التحصیل لوگوں نے زندگی کے تمام شعبوں میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ مسلمانوں کو زندگی گزارنے کے لئے بہترین رہنمائی قرآن و سنتؐ سے ملتی ہے اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی سرخروئی ہے کہ یہ اپنے معاملات اللہ کے سپرد کریں جو تمام علوم کا منبع ہے۔ پروفیسر مسلم سجاد کی رائے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ پورے نظام تعلیم کو قومی مقاصد اور اسلامی نظریہ حیات سے ہم آہنگ کر کے نئی نسل کی تعلیم و تربیت اس انداز سے کی جائے کہ اسلامی معاشرے کے بہتر شہریوں کی نشو نما اور تعمیر سیرت کے تقاضے کماحقہ ہو پورے ہو سکیں۔[22] اسلامی فلاحی ریاست کا خواب تبھی پورا ہو سکتا ہے کہ ہم تعلیمی اداروں میں سے خود غرض اور لالچی عناصر کو دور رکھیں۔ ایسا نظام تعلیم تشکیل دیں جو معاشرے میں مساوات اور خوفِ خدا پیدا کرے اور معاشرے کی ضرورت کو بااحسن طریقہ سے پورا کرنے کا سبب بنے۔

عصر حاضر میں نظام تعلیم

پاکستان جب معرض وجود میں آیا تو یہاں دو مختلف نظام تعلیم موجود تھے ایک مدارس کی شکل میں اور دوسرا اسکول و کالجز کی شکل میں وقت کے ساتھ ساتھ ان دونوں نظاموں میں میں فاصلہ بڑھتا چلا گیا اور یہ دو نظام تقسیم در تقسیم ہوتے چلے گئے اور اگر اب ہم عصر حاضر میں میں ان کا تجزیہ کریں تو ہمارے ملک میں کئی ایک نظام ہائے تعلیم موجود ہیں جو اپنے نصاب، ماحول اور ذریعہ تعلیم کے لحاظ سے ایک دوسرے سے نہ صرف مختلف ہیں بلکہ معاشرے میں ایک طبقاتی تفریق کا باعث بن چکے ہیں تعلیم کے اس تفاوت کی وجہ سے عوام میں ایک بیگانہ پن واضح محسوس کیا جا سکتا ہے۔ "اگر پاکستان کو جدید دنیائے اسلام کا ثقافتی مرکز

بنتا ہے۔ جیسا کہ اپنے زبر دست وسائل اور سیاسی حیثیت کے اعتبار سے اس کا حق ہے، تو ہمیں اس ملک میں ایک ایسا مرکزی دار العلوم قائم کرنا پڑے گا جہاں ہماری ملی ضروریات کے لیے بڑے بڑے مقتدر علماء پیدا ہوں۔"[23]
بنیادی طور پر ہمیں سمجھنا ہو گا کہ ہمارے معاشرے میں وہ کونسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے انتشار اور بیگانگی بڑھ رہی ہے۔ ہمیں اپنے معاشرے میں ایسے بہت کم لوگ ملیں گے جو کہ دنیاوی معاملات میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی اصول و قواعد سے بھی واقف ہوں اور ایسا ہی معاملہ دینی طبقہ میں بھی ہے کہ وہ اسلام اور فقہ کو تو خوب جانتے ہیں مگر دنیاوی تقاضوں کی اصلاحات سے ناواقف ہیں۔ ہم ان فاصلوں کو ختم کر کے خوشحالی اور ہم آہنگی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں: "ہمیں ایسے قاضیوں اور ماہرین قانون کی ضرورت ہے، جو اسلامی فقہ میں گہری بصیرت کے ساتھ ساتھ جدید قانونی نزاکتوں اور آئینی پیچیدگیوں کو بھی خوب سمجھتے ہوں۔ آج ہمارے یہاں ہزاروں ایسے ماہرین پاکستان میں موجود ہیں، جو موجودہ نظام کو چلا رہے ہیں، ان کے مقابلے میں شاید چند ماہرین قانون بھی ایسے نہیں ہیں، جو ایک طرف فکر اسلامی میں اور فقہ اسلامی میں کماحقہ تعمق رکھتے ہوں اور دوسری طرف دورِ جدید کے تقاضوں کو بھی باخوبی سمجھتے ہوں۔"[24] پاکستان کے معرض وجود میں آنے کی وجہ صرف اور صرف اسلام تھی۔ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک ایسا خطہ جہاں مسلمان اپنی زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق گذار

پاکستان تعلیمی کانفرنس نومبر ۱۹۴۷ میں منعقد کی گئی جس میں وزیر تعلیم فضل الرحمان نے خطاب کیا کہ "پاکستان کے آئندہ نظام تعلیم کے جن تین عناصر کی نشاندہی کی ان میں پہلی بات یہ تھی کہ چونکہ نئی ریاست اسلامی نظریے پر وجود میں آئی ہے چنانچہ جب تک بچوں کو مذہب کی مبادیات اور اس دین کے فلسفہ حیات کے مقاصد نہیں بتائے جائیں گے اس وقت تک قیام پاکستان کے مقاصد پورے نہیں ہوں گے۔"[25] مغربی نظام تعلیم مسلمانوں کی تاریخ، تمدن اور ثقافتی ضروریات سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد سے اب تک بحیثیت قوم نظام تعلیم کو نظریہ پاکستان کے مطابق ڈھالنے کی سنجیدہ عملی کوششوں کا فقدان نظر آتا ہے۔ اگر ہم دوسری قوموں کا تجزیہ کریں تو معلوم ہو گا کہ ان ملکوں نے خاص طور پر تعلیمی پالیسی کو قومی سطح پر یکساں نافذ کرنے کا اہتمام کیا تاکہ ان کے معاشرے میں ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔ "ہر قوم اپنے تعلیمی اداروں میں یکساں قومی نصابات جاری کر کے یکجہتی قائم رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ حال ہی میں برطانیہ میں نظام تعلیم میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے قانون سازی کی گئی ہے۔"[26]

یکساں نظام تعلیم کے لیے کاوشیں

برصغیر میں نظام تعلیم پر اثرات کے اعتبار سے چار تحریکیں قابل ذکر ہیں۔ تحریک علی گڑھ، تحریک دیوبند، ندوۃ العلماء، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ ان تمام تعلیمی تحریکوں میں بنیادی فرق مقصد تعلیم کا ہے۔ "دار العلوم دیوبند اس لیے قائم کیا گیا تھا کہ کم سے کم ان مسلمانوں کے لئے جو سرکاری ملازمتوں میں دلچسپی نہیں رکھتے سرکاری اور مشنری اسکولوں کا متبادل فراہم کیا جائے۔ علیگڑھ جیسے اداروں نے پورے نصاب کو اسلامی تقاضوں اور اس کی تہذیبی اہمیت کے مطابق مرتب کرنے کے بجائے، اس انگریزی نصاب کو جو سرکاری اسکولوں میں پڑھایا جارہا تھا دینیات کے اضافے کے ساتھ رائج کیا۔"[27] جب برصغیر کے مسلمان اہل دانش لوگوں نے دیکھا کہ مسلمان تعلیمی طور پر دو مختلف سمتوں میں تقسیم ہوتے جارہے ہیں تو انہوں نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایسا نظام تعلیم بنایا جس میں دونوں چیزیں بیک وقت موجود ہوں۔ علامہ شبلیؒ، مولانا آزادؒ اور محمد علی جوہرؒ جیسے علماء نے مل کر

قدیم اور جدید علوم کے امتزاج کا عملی بیڑہ اٹھایا۔" جہاں تک ندوۃ العلماء کا سوال ہے تو معلوم ہی ہے کہ وہ" الی السلام من جدید،" اور" بين القديم النافع والجديد الصالح" ،کا علمبردار ہے۔ ظاہر ہے کہ نئے دور میں سائنس و ٹیکنالوجی کے بغیر اسلام کی خدمت کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔"[28]

جامیہ ملیہ اسلامیہ کے قیام کا مقصد مسلمانوں کو جدید تعلیم اور دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے عمل میں آیا۔ دہلی میں واقع اس مسلم ادارہ کے قیام سے یہ امید پیدا ہوئی کہ یہاں دینی اور دنیاوی تعلیم کا مطلوبہ امتزاج پیدا ہو جائے گا، لیکن یہ بھی برصغیر کے مسلمانوں کے لیے کوئی خاص تحریک نہ بن سکی۔ مولانا محمد علی جوہرؒ نے تعلیم کا مقصد کچھ یوں بیان کیا تھا کہ" ہمارا مطمع نظر ہمیشہ یہ رہا ہے کہ ہم اپنی درسگاہوں میں ایسے نوجوان پیدا کریں جو زمانے کے معیار کے مطابق تعلیم و تربیت یافتہ شمار کیے جانے کے مستحق ہوں۔ نیز وہ صحیح معنوں میں مسلمان بھی ہوں۔ جن میں اسلام کی روح ہو اور جو اپنے مذہب سے مکمل طور پر بہرہ ور ہوں اور بطور مبلغین اسلام دوسروں کی امداد سے ہو کر خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔"[29]

مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے برصغیر کے مسلمانوں کو تعلیمی طور پر متحد رہنے کے لیے ایک نظریہ پیش کیا اور دو تعلیمی نظاموں کو یکجا کرنے کا طریقہ کار بتایا۔" مسلمانوں میں تعلیم کے جو دو مستقل نظام جاری ہو گئے ہیں اس کی دوئی اور اثنینیت کو مٹا کر صرف ایک ہی نظام کو قبول کر لیا جائے اسی لیے اپنی تعلیمی تجویز کا نام میں نے 'نظریہ وحدت نظام تعلیم ' رکھا ہے۔"[30] پاکستان میں موجود قدیم اور جدید نظام تعلیم کے فرق کو ختم کے لیے ڈاکٹر محمد امین نے ایک نئے تعلیمی نظام کا حل پیش کیا جو موجودہ دور کے تعلیمی تقاضوں کو بااحسن طریقے سے پورا کر سکے۔" وہ یہ کہ ان دونوں تعلیمی نظاموں کے مقابلے میں ایک تیسرا تعلیمی نظام ابھر کر سامنے آئے جس میں تعلیمی ثنویت نہ ہو، جس میں دینی تعلیم سائنٹیفک بنیادوں پر دی جائے اور معاصر علوم کی تدریس کا انتظام بھی اعلیٰ درجے کا ہو تاکہ ہماری دینی تعلیم کی ضرورت بھی پوری ہو جائے اور معاشرے کی عصری ضروریات بھی۔"[31] پاکستان کے تعلیمی نظام میں ثنویت کے مسئلہ کو ختم کرنے کے لیے پروفیسر سیّد محمد سلیم نے اس مسئلہ کی نوعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے رائے دی ہے کہ" مسلمانوں کے نظام تعلیم کی دوئی، دینی حصے اور دنیوی حصے میں اس کی تقسیم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنا، وقت کی ناگزیر ضرورت ہے۔ دونوں نظام ہائے تعلیم کا یکجاں امتزاج تیار کرنا چاہیے۔ تاکہ یہ اسلام کے نظریاتی پروگرام کا جزو لاینفک بن جائے۔"[32]

تجویز کردہ ماڈل

مسلمانوں میں سیاسی، ذہنی اور معاشی شعور زندہ کرنے کے لئے مختلف سطح پر کوششیں کی گئی۔ پاکستان کی تعلیمی پالیسی میں بھی یکساں نظام تعلیم کے حصول کے لیے کوشش کی گئی اور اس کے لیے ڈرافٹ بھی بنایا گیا۔" پہلی تعلیمی پالیسی میں اسلامی اصولِ مساوات کو شعبہ تعلیم میں ایک اہم مقام دیا گیا تھا۔ 1959ء کی تعلیمی پالیسی میں اس موضوع پر پورا ایک باب مخصوص کیا گیا جس کا عنوان ہے 'تعلیمی مواقع میں مساوات اور جوہر قابل کی تلاش'۔"[33] 1979ء کی تعلیمی پالیسی میں ذریعہِ تعلیم کے حوالے سے ایک اہم فیصلہ کیا گیا جس سے ملک میں حب الوطنی میں اضافہ ہو سکے:

> "One of the major changes made in the policy was that Urdu was made as a medium of instruction in order to strengthen the

ideological foundation of the nation and to Foster unity of thought brotherhood and sense of patriotism.“ [34]

"پالیسی میں ایک بڑی تبدیلی یہ بھی کی گئی تھی کہ اردو کو بطور ذریعہ تعلیم بنایا گیا تاکہ قوم کی نظریاتی بنیاد مضبوط ہو اور بھائی چارے اور حب الوطنی کے جذبات کو فروغ حاصل ہو۔"

1979ء کی تعلیمی پالیسی میں بھی یکساں نظام تعلیم کو ممکن بنانے کے لیے ایک لائحہ عمل تیار کیا گیا کہ ملک کے تمام شہریوں کو مساوی تعلیم کے مواقع فراہم کرنے کے لیے تین ایسے اقدامات کیے گئے جن سے یکساں نظام تعلیم کی منزل کا حصول ممکن ہو سکے۔ پہلے مرحلے میں کم از کم پہلی دس جماعتوں تک تمام مضامین میں قومی زبان کو ذریعہ تعلیم کے طور پر اپنانا تھا۔ جب کہ انگریزی زبان کی تدریس کو بطور مضمون بھی جاری رکھا جانا تھا۔ دوسرا قدم امیر و غریب کا فرق مٹانے کے لیے تمام تعلیمی اداروں میں ایک معیار کی وردی مقرر کرنے کا تھا۔ تیسرا قدم مسجد مکتبوں اور محلہ مدرسوں میں رسمی تعلیمی نظام لاکر اسے باعزت مقام دینا تھا۔[35] مولانا مودودیؒ نے نظام تعلیم میں ثنویت کو ختم کرکے یکساں نظام تعلیم کے لیے کچھ اس طرح سے تعلیمی ماڈل تجویز کیا ہے کہ اگر ہمیں موجودہ نظام تعلیم کی اصلاح کرنی ہے تو پھر ہمیں ایک انقلابی قدم اٹھانا ہو گا کہ وہ دونوں نظام تعلیم ختم کر دیے جائیں، جو اب تک ہمارے ملک میں رائج رہے ہیں۔ پرانا مذہبی نظام تعلیم بھی ختم کیا جائے اور یہ موجودہ نظام تعلیم بھی جو مغربی طرز پر قائم ہوا تھا۔ ان دونوں کی جگہ ہمیں ایک نیا نظام تعلیم بنانا ہو گا جو ان نقائص سے پاک ہو اور ہماری ضرورتوں کو پورا کر سکے جو ہمیں ایک مسلمان قوم ایک آزاد قوم اور ایک ترقی کی خواہش مند قوم کی حیثیت سے اس وقت لاحق ہیں۔[36] ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے قدیم و جدید تعلیم میں ہم آہنگی کے لئے جو ماڈل پیش کیا اس کے دو حصے ہیں ایک تو مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ تعلیمی روایت کا تحفظ اور تسلسل، جس میں برصغیر کے مسلمانوں نے بہت کچھ اضافہ کیا ہے جس میں ایک طرف تعمق بھی ہے اور دوسری طرف وسعت بھی۔۔۔ دوسری چیز جو ضروری ہے وہ دور جدید کے تقاضوں کا صحیح اور متوازن احساس و ادراک اور اس کا مناسب جواب ہے۔[37] سلیم منصور خالد نے طبقاتی نظام تعلیم کو ختم کرنے کے لیے دو بڑے سادہ اور واضح اصول وضع کیے۔ یہ اصول معاشرے میں مساوات اور ہم آہنگی کا باعث بن سکتے ہیں۔ "ہم پوری قوم کے بچوں کے لیے یکساں نصاب مقرر کر دیں اور درسگاہوں کے لئے طلبہ و اساتذہ کی تعداد کے تناسب سے منصفانہ بنیادوں پر فنڈ فراہم کرنے کا اصول تسلیم کرلیں۔ ان دو اصولوں کو نئے تعلیمی نظام کی بنیاد بنالیا جائے تو داخلوں کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ طبقاتی کشمکش کا کم از کم درسگاہوں کی چار دیواری کے اندر ضرور خاتمہ ہو جائے گا۔"[38]

نظام تعلیم میں زبان کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ہمارے ملک میں ذریعہ تعلیم کا مسئلہ شروع ہی سے ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے۔ کافی کوششوں کے باوجود اس کا قابل قبول حل نہیں نکالا جاسکا ہے۔ یکساں نظام تعلیم کے خواہشمند افراد نے ہمیشہ ذریعہ تعلیم کے طور پر اردو زبان کی حمایت کی ہے کیونکہ اردو پاکستان کی قومی زبان ہے اور رابطے کی زبان بھی ہے۔ "طالب علم کے لئے ذریعہ تعلیم کی اہمیت ایسی ہے جیسی کسی عازم سفر کے لیے وسیلہ سفر کی ہوتی ہے۔ وسیلہ سفر جتنا عمدہ ہوتا ہے۔ راستہ اتنا ہی عمدگی اور سرعت کے ساتھ طے ہوتا ہے، اسی طرح ذریعہ تعلیم جتنا عام ہوتا ہے طالبعلم اتنی ہی عمدگی کے ساتھ علم حاصل کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر قوم خود اپنی زبان کو ذریعہ تعلیم بناتی ہے۔"[39] اگر ہم دنیا کے ترقی یافتہ اقوام کا مشاہدہ کریں تو دیکھیں گے کہ ترقی یافتہ اقوام نے ہمیشہ ذریعہ تعلیم کے لیے اپنی زبان کو ہی استعمال کیا ہے۔ جبکہ پسماندہ اقوام نے دوسروں کی زبان کو ذریعہ تعلیم

بنایا ہے۔ڈاکٹر محمد امین ذریعہ تعلیم سے متعلق اپنی دلیل یوں پیش کرتے ہیں کہ اگر ہمیں اپنے ملک کے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو نکھارنا ہے تو یہ ایک سادہ اور مؤثر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے کہ ذریعہ تعلیم مادری زبان میں کر دی جائے۔بچوں کی تخلیقی صلاحیتیں صرف اس وقت پروان چڑھتی ہیں جب وہ آزادانہ سوچیں اور آزادانہ سوچ صرف اس وقت نموء پاتی ہے جب بچے اپنی مادری زبان میں سوچیں۔[40]

طریقہ امتحانات نظام تعلیم کا ایک اہم ترین جز ہے۔کسی بھی طالب علم کی ذہنی، علمی، تہذیبی اور اخلاقی نشو نما کے معیار کو جانچنے کے لئے امتحانات کا سہارا لیا جاتا ہے۔اس لیے طریقہ امتحانات جس قدر متوازن اور موثر ہو گا طالب علم بھی اسی قدر مستعد اور معاشرے کی ہم آہنگی کے لیے مفید ثابت ہو گا۔"امتحانوں میں ناکامی کی شرح جتنی ہمارے ملک میں ہے، اتنی ان ملکوں میں ہر گز نہیں ہے جہاں خود ان کی اپنی زبانیں ذریعہ تعلیم ہیں۔ہمارے ہاں مجموعی طور پر ہر سال کم و بیش آدھے طلبہ فیل ہو جاتے ہیں، صرف آدھے پاس ہوتے ہیں۔اگر سب کے سب پاس ہو جایا کرتے اور ظاہر ہے کہ اپنی درسگاہوں سے طلبہ اور والدین کو ایسی توقع کرنی چاہیے تو ہمارے ملک میں شرح تعلیم اس سے کہیں زیادہ ہوتی جتنی کہ اس وقت ہے۔اس المیے کا ایک بڑا سبب بلاشبہ بدیسی ذریعہ تعلیم ہے۔"[41]

تعلیمی اداروں کے معیاری ماحول کے لیے صاف ستھری اور مناسب عمارتوں کا ہونا بھی ایک لازمی جز ہے۔پروفیسر عرفان نیاز حکومتی تعلیمی اداروں کی عمارتوں اور ساز و سامان کے لیے مالی فنڈز کی یکساں فراہمی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حکومتی تعلیمی اداروں کے لیے معیار قوم کی یکساں بنیادوں پر تقسیم کا انتظام کرنا ہو گا، سادگی اختیار کرنا ہو گی، مناسب اور صاف ستھری عمارت مہیا کرنا ہو گی۔معیاری اساتذہ اور ضروری سازوسامان کو زیادہ اہمیت دینا ہو گی۔[42] اگر حکومت کچھ زیادہ نہ بھی کرے اور صرف یکساں نصاب کے ساتھ ملک کے تمام اساتذہ کے لیے قومی سطح پر یکساں تربیت کا اہتمام کر دیا جائے تو ملک کے طلباء کو ایک جیسا طریقہ تدریس ملنے سے معاشرے میں ہم آہنگی کی نئی لہر پیدا ہو گی اور معاشرے میں ایک جیسے ذہنوں اور سوچوں کے لوگ نظر آئیں گے۔"اساتذہ کی تربیت کا ایک اعلیٰ ادارہ قائم کرنے کا ہے جو بیک وقت اساتذہ بھی تیار کرے اور ساتھ ہی نصاب تیار کرنے اور اسے ایک رہائشی مکتب میں عملاً استعمال کرنے کا کام کرے۔"[43]

> "A large number of countries having federal structure have core curriculum or national curriculum framework for school education or common standards for syllabi. Such countries include India, Nepal, China, Russia, Malaysia, Iraq, Nigeria, Australia, Germany, etc….. Majority of the Muslim countries have uniform curriculum for all the schools. These include Turkey, Egypt, Jordan, Indonesia, UAE and Saudi Arabia, etc. Uniform core curriculum is implemented in over 95 countries of the world."[44]

"اکثر ممالک میں وفاقی نظام تعلیم نافذ ہے۔ اسکول کی تعلیم کے لئے بنیادی نصاب یا قومی نصاب کا فریم ورک ہوتا ہے یا پھر نصاب تعلیم کے مشترکہ معیارات موجود ہوتے ہیں۔ اس طرح کے ممالک میں ہندوستان، نیپال، چین، روس، ملائیشیا، عراق، نائیجیریا، آسٹریلیا، جرمنی وغیرہ شامل ہیں۔۔۔۔ مسلم ممالک کی اکثریت اسکولوں کے لئے یکساں نصاب رکھتی ہے۔ ان میں ترکی، مصر، اردن، انڈونیشیا، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب وغیرہ شامل ہیں۔ یکساں بنیادی نصاب دنیا کے 95 سے زیادہ ممالک میں نافذ ہے۔"

موجودہ حکومتِ پاکستان نظام تعلیم کے نصاب، ذریعہ تعلیم اور امتحانات کے حوالے سے کچھ تبدیلیاں کرنے کی خواہاں ہے اور وہ اس تبدیلی کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"One system of Education for all, in terms of curriculum, medium of instruction and a common platform of assessment so that all children have a fair and equal opportunity to receive high quality education. Single National Curriculum is a step in that direction."[45]

"سب کے لئے ایک نظام تعلیم، نصاب، ذریعہ تعلیم اور طریقہ امتحانات کے لحاظ سے تاکہ تمام بچوں کو اعلی معیار کی تعلیم حاصل کرنے کے منصفانہ اور مساوی مواقع مل سکیں۔ یکساں قومی نصاب اسی سمت میں ایک قدم ہے۔" حکومت کے قومی یکساں نظام کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے میں ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کا فروغ مل سکے گا۔ حکومت پاکستان یکساں قومی نصاب کو تعلیمی اداروں میں مرحلہ وار نافذ کرنا چاہتی ہے اور پہلے قدم پر صرف گریڈ ون سے گریڈ پانچ تک کے نصاب کو یکساں کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

سنگل قومی نصاب کو تین مراحل میں نافذ کیا جارہا ہے:

پہلا مرحلہ: یکساں قومی نصاب اور درسی کتب کی تکمیل۔۔ گریڈ 1 سے گریڈ 5 تک۔۔۔مارچ 2021ء

دوسرا مرحلہ: یکساں قومی نصاب اور درسی کتب کی تکمیل۔۔ گریڈ 6 سے گریڈ 8 تک۔۔۔مارچ 2022ء

تیسرا مرحلہ: یکساں قومی نصاب اور درسی کتب کی تکمیل۔۔ گریڈ 9 سے گریڈ 12 تک۔۔۔مارچ 2023ء

نتیجہ بحث

کسی بھی قوم کے عروج و زوال میں نظام تعلیم کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرے میں یکجہتی اور ہم آہنگی کا یکساں نظام تعلیم سے گہرا رشتہ ہے۔ قیام پاکستان سے ہی متعدد مسائل میں سے ایک بڑا مسئلہ ملک میں یکساں نظام تعلیم کا تھا۔ پاکستان کو ملنے والا نظامِ تعلیم دو متوازی مگر مخالف سمتوں کا نظام تھا۔ یہ نظام تعلیم ملک کی اسلامی نظریات اور معاشرتی ضرورتوں کو پورا کرنے سے قاصر تھا اور اہداف کے حصول کے لیے شدید تبدیلی کا متقاضی تھا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس نظام تعلیم کو تبدیل کرنے کی متعدد بار کوششیں کیں گئیں مگر عملاً تبدیل نہ ہو سکا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے تعلیمی نظام

کے مقاصد اور اہداف کا تعین نظریہ پاکستان کی روشنی میں کریں۔ پاکستان میں موجود تین طرح کے نظام ہائے تعلیم یعنی دینی ، سرکاری اور پرائیویٹ نظام تعلیم کی وجہ سے معاشرہ میں مختلف ذہنوں اور نظریات کے لوگ پیدا ہو رہے ہیں اور معاشرہ طبقاتی، مسلکی، عصبی ، عوام وخواص جیسے گرہوں میں تقسیم ہو رہا ہے۔ آج بھی سرکاری تعلیمی ادارے معیارِ تعلیم کے پست ہونے اور اسلامی نظریہ حیات سے دوری کی وجہ سے معاشرے میں قابل قدر کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ پرائیویٹ اور خاص طبقہ کے اسکولز کا نصاب، ذریعہ تعلیم اور نظریہ حیات مغربیت کی طرف مائل ہے جو کہ نظریہ پاکستان سے متصادم ہے۔ دینی مدارس کا نظام تعلیم صرف عبادات اور عقائد تک محدود ہے عصری علوم وفنون نہ ہونے کی وجہ سے پاکستان کے قومی دھارے میں شامل نہیں۔ نظام ہائے تعلیم میں اس طرح کے بے ہنگم تنوّع کی وجہ سے معاشرے میں انتشار اور بیگانگی کا عنصر واضح نظر آتا ہے۔

تجاویز وسفارشات

عصر حاضر میں بھی یکساں نظام تعلیم کا حصول ایک بڑا چیلنج نظر آتا ہے۔ ریاست کا یہ فرض ہے کہ اپنی عوام کو ایک متناسب اور متوازن نظام تعلیم دے جو کہ نظریہ پاکستان کے عین مطابق ہو اور عوام بلا تفریق مستفید ہو سکے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں مرحلہ وار منصوبہ سازی کرنا ہوگی اور مندرجہ ذیل نکات پر عملدرآمد کر کے یکساں نظام تعلیم کا حصول ممکن بنایا جا سکے گا:

- یکساں نظام تعلیم کے حصول کے لیے قومی سطح پر ایک مؤثر اور بااختیار بورڈ بنایا جائے جس میں ہر مکتبہ فکر اور علاقے کے ماہرینِ تعلیم کو شامل کیا جائے جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر زاویے سے تعلیمی مسائل کی نشاندہی کریں۔ یکساں نظام تعلیم کے نظریے سے آگاہی کے لیے مختلف علاقوں میں پروگرامز اور سیمینار کرائے جائیں۔ تعلیمی میدان میں عوام الناس کو مساویانہ مواقعوں کی افادیت اور طبقاتی اور فرقہ وارانہ تعلیم کے نقصانات سے اچھی طرح آگاہ کریں تاکہ لوگوں میں یکساں نظام تعلیم کا شعور بیدار ہو اور سب لوگ مل کر اس مقصد کے حصول میں معاون ثابت ہوں۔
- نظام تعلیم میں بنیادی چیز تعلیمی نصاب ہے۔ اس میں سے دینی اور سیکولر تقسیم کو ختم کیا جائے اور قومی سطح پر ایک نصاب بنایا جائے جو کہ ہماری دینی اور دنیاوی تقاضوں کی تکمیل میں اہم کردار ادا کرے اور تعلیمی بورڈ اس سلسلے میں بااختیار ہوں کہ اس کا نفاذ لازمی اور ہر صورت ممکن ہو سکے۔
- ذریعہ تعلیم اردو ہو کیونکہ یہی پاکستان کی قومی زبان ہے اور بین الاقوامی سطح پر ہماری پہچان بھی۔ اردو زبان میں جدید اصلاحات متعارف کروانے کے لیے قومی سطح پر ایک بورڈ تشکیل دیا جائے۔ عربی اور انگلش کو بطور مضمون شامل رکھا جائے عربی زبان ہماری مذہبی زبان ہے جبکہ انگریزی بین الاقوامی سطح پر رابطے کی زبان ہے۔
- نظام تعلیم میں اساتذہ کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی تربیت کے لیے قومی سطح کے ادارے تشکیل دے کر ان کی اخلاقی اور فنی تربیت کا اہتمام کیا جائے اور ایک جیسی تعلیم سب کے لیے یقینی بنائی جائے۔ اساتذہ کی میرٹ پر ترقی کو یقینی بنایا جائے اور مالی طور پر مستحکم کیا جائے تاکہ یہ معاشرے میں باوقار انداز میں زندگی گذار سکیں اور قوم کے روشن مستقبل میں اپنا مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

- طلباء کی تمام تعلیمی سر گرمیوں کو جانچنے کے لئے ذریعہ امتحان کا سہارا لیا جاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ امتحانات ایک زبان اور ایک جیسے معیار پر ہوں تا کہ پاکستان کے تمام طلباء کو ایک ہی پیمانہ سے جانچا جاسکے اور ملک میں مواقعوں کی تقسیم انہی امتحانات کی بنیاد پر ہو۔
- علاقائی اور صوبائی سالمیت کو بر قرار رکھتے ہوئے ہوئے ملک کے نظام تعلیم کو وفاقی نظام کے تحت رکھا جائے تا کہ نظام تعلیم سے متعلق فیصلے پورے ملک میں یکساں ہوں اور معاشرے میں ہم آہنگی اور یگانگت کا رنگ نظر آئے۔
- نئے نظام کو بڑے پیمانے پر نافذ کرنے سے پہلے ہمیں مختلف علاقوں میں ماڈل تعلیمی ادارے بنانے ہوں گے جس میں دینی، سرکاری اور پرائیویٹ اداروں کا بہترین امتزاج موجود ہو اور پھر ان ماڈل اداروں میں جو کمی بیشی محسوس ہو اسے درست کرتے ہوئے ملکی سطح پر کامیاب طریقے سے نافذ کیا جاسکے۔

References

[1] Al-Alaq 96:01.
[2] Ibn Māja, Sanan , fazal al-ʿulamā̓, Hadīth no: 224.
[3] Múhämmad Hameedullah,Khutbat-e-Bahawalpu ,(Bahawalpur: Islamia University, 1980), 231
[4] Múhämmad Hanif Jalandari,Yaksān Nisāb-e-täleêm: chand qabal-e-Ghaur pehloo,2018 https://www.nawaiwaqt.com.pk/27-Sep-2018/911968.
[5] AEPAM, " Pãkîstån Education Statistics 2017-18" (Islamabad,2021),9.
[6] PC, " Pãkîstån National Curriculmn Farmework" (Islamabad,2018.),7.
[7] MOFEPT, "National Education Policy Framework 2018" (Islamabad,2018),3.
[8] Sýèd abul Aala Màdúddi, Täleêmat,(Lahore,Islamic publications,2012),127
[9] Sýèd Nadeem Farhet, Tadreeb–ul-Moelemeen,(Islamabad,IPS,2016),80
[10] Wajahet masood,yakssan Nîzãm-e-täleêm ka Mafroza,2016 https://www.humsub.com.pk/16021/wajahat-masood-85
[11] Yasir Peerzada, Madaris,Grammer School aur Yakssan Nîzãm -e- täleêm ,2019 https://www.humsub.com.pk/276772/yasir-pirzada-337/.
12 AEPAM, " Pãkîstån Education Statistics 2017-18" (Islamabad,2021),22.
[13]Muslim Sajjad/Saleem Mansoor Khälîd,(Pãkîstån main Yakssan Nîzãm-e-täleêm,Mujlah-e- täleêm,1986), 61.
[14] Muslim Sajjad/Saleem Mansoor Khälîd, Pãkîstån main täleêm ky zinda Masael (Islamabad,IPS,1998),184.
[15] Aaftab Ali,Islam aur Nîzãm-e-täleêm(Karachi,Idara tul almuarif,2011),180.
[16] Mahmood Ahmad Ghazi/ Sýèd Aziz-ur-rehman,muslmano ka deni-wa-Asri Nîzãm-e-täleêm(Gojranwala,alsharia Acadmey,2009),75.
[17] Ghazi, muslmano ka deni-wa-Asri Nîzãm-e-täleêm,75.
[18] Khälîd, Pãkîstån main Yaksān Nîzãm-e-täleêm,71.
[19] Khälîd, Pãkîstån main Yaksān Nîzãm-e-täleêm,80.
[20] Haqani mian Qadri ,aziz-ur-rehman,Deni Madarise-rawayat, Zaroret, Imtiaz (Karachi: Zawar Academy,2014),109.
[21] Múhämmad Ahmad,Muslim Müäshrày ka Nîzãm-e-täleêm tahqeqi wa Tanqidi Jãîzah(Lahore,Kitab Mahel,2018),86
[22] Muslim sajjad, Pãkîstån main täleêm aur niji shuba,(Islamabad,IPS,1987),164

[23] Ikram-ul-haq yaseen,Idarah Islami tameer-e-noo,taeruf aur karkerdagi (Islamabad: IRD,2019), 2: 175
[24] Mahmood Ahmad Ghazi/Sýèd Aziz-ur-rehman, Mahazrāt-e-täleêm (Karachi: zawar academy,2009),108.
[25] Khälîd, Pãkîstån main Yaksnā Nîzãm-e-täleêm,23
[26] Niaz Irfan, qoumi täleêmi Paleesian: Täqãblî Jãîza(Islamabad,IPS,1994),17.
[27] Khälîd, Täleêm: Islami Tanazur main,145.
[28] Khälîd, Täleêm: Islami Tanazur main,267.
[29] Ahmad,Muslim Müäshrày ka Nîzãm-e-täleêm tahqiqi wa Tanqidi Jãîzah,108
[30] Sýèd manazer Ahsan Ghailani, Hindustan main Muslmāno ka Nîzãm-e-täleêm-o-Terbiyat (Lahore: Maktaba Rahmania,1943), 5.
[31] Múhämmad Ameen,Hamarah täleêmi buhran aur iss ka Hel(Lahore,Kitab Mahel, 2018),91.s
[32] Sýèd Múhämmad Saleem,Hind-o-Pãkîstån mian muslmāno ka Nîzãm-e-täleêm-o-Terbiyat(Lahore: Kitab Mahel,2018),33.
[33] Niaz Irfan,qaumi täleêmi Paleesian: Täqãblî Jãîza,86.
34 Mumtaz Ahmad/ Husnul Amin/Ali tariq, A Documentary History of ISLAMIC EDUCATION in Pãkîstån, 9.
[35] Irfan,quami täleêmi Paleesian:Täqãblî Jãîza,87.
[36] Màdúddi, Täleêmat,134.
[37] Qadri, Deni Madarise-rawet,Zaroret,Imtiaz,113.
[38] Khälîd, Pãkîstån main Yakssan Nîzãm-è-täleêm,76.
[39] Muslim sajjad/saleem Mansoor, Pãkîstån main zarea Täleêm ka måslåh (Islamabad: IPS,1987),63.
[40] Ameen,Hamarah täleêmi buhran aur iss ka Hel,160.
[41] Muslim sajjad,Pãkîstån main zarea täleêm ka måslåh,64.
[42] Niaz Irfan,quami täleêmi Paleesian: Täqãblî Jãîza,17.
[43] Khälîd, Pãkîstån main Yakssan Nîzãm-e-täleêm,137.
44 MOFEPT," Pãkîstån National Curriculmn Farme work"(Islamabad,2018),7.
45http://www.mofept.gov.pk/ProjectDetail/MzkyNDc2MjMtY2VjYy00ZDA4LTk5OTUtNzUyNDI3ZWMzN2Rm.